روزنامہ
الفضل
قائمقام ایڈیٹر
یوسف سہیل شوق

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
ربوہ

فون ۴۴۹

جلد ۷۷/۴۲	بدھ ۲۳ رجب ۱۴۱۲ھ، ۲۹ صلح ۱۳۷۱ ہش، ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء	نمبر ۲۴

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"قلوب میں عظمت ڈالنی انسانی ہاتھ کا کام نہیں ہے۔ یہ ایک کشش ہوتی ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں جو ہزارہا آدمی کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی کشش ہے۔ ان لوگوں کی علمیت اور حکمت۔ دانائی اُن کے کچھ کام نہ آئی۔ مثنوی میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص دولتمند تھا مگر بیچارے کی عقل کم تھی۔ وہ کہیں جانے لگا تو اس نے گدھے پر بورے میں ایک طرف جواہر ڈالے اور وزن کو برابر کرنے کے واسطے ایک طرف اتنی ہی ریت ڈال دی۔ آگے چلتے چلتے اسے ایک شخص دانشمند ملا مگر کپڑے پھٹے ہوئے، بھوک کا مارا ہوا۔ سر پر پگڑی نہیں۔ اس نے اس کو مشورہ دیا کہ تُو نے ان جواہرات کو نصف نصف کیوں نہ دونوں طرف ڈالا۔ اب ناحق جانور کو تکلیف دے رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مَیں تیری عقل نہیں برتتا۔ تیری عقل کے ساتھ نحوست ہے بلکہ مَیں تجھ بدبخت کا مشورہ بھی قبول نہیں کرتا۔

انسان کو چاہیئے جب کہیں جاوے تو سب سے نیچی جگہ اپنے لئے تجویز کرے۔ اگر وہ کسی اور جگہ کے لائق ہوگا تو میزبان خود اسے بُلا کر جگہ دے گا اور اس کی عزّت کرے گا۔"

(ملفوظات جلد سوم صـــ ۲۷۷)

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے بارہ میں تازہ اطلاع اور خصوصی دعاؤں کی درخواست

محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب لندن کی طرف سے ۲۶ جنوری کی موصولہ اطلاع مظہر ہے کہ، مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے سینٹ جارجز اسپتال سے رابطہ کر کے حضرت آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق جو رپورٹ پیش کی ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت بیگم صاحبہ کی طبیعت عمومی بہتری کی طرف مائل ہے۔ ضروری ایکسرے لئے جا چکے ہیں اور بلڈ ٹیسٹ ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق انہیں ڈرپ کے ذریعہ غذا دی جا رہی ہے۔ معدے کے اندر ایک نالی داخل کی گئی ہے تاکہ معدے میں جو زائد پانی ہے اسے باہر نکال دیا جائے۔ سوموار ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء کو جدید طریق پر معدے کے تصویری معائنہ کے بعد ڈاکٹرز فیصلہ کریں گے کہ مزید کیا طریق علاج اختیار کیا جائے۔

احباب سے درخواست ہے کہ حضرت بیگم صاحبہ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور کوئی ایسی پیچیدگی پیدا نہ ہو جس سے کسی قسم کی مزید تشویش کی صورت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ حضرت بیگم صاحبہ کو کامل و عاجل شفا سے نوازے اور صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔

درخواستِ دعا

مکرم پروفیسر ڈاکٹر ولی محمد ساغر صاحب ایف آر سی ایس پروفیسر آف سرجری پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد تقریباً دو ماہ سے علیل ہیں۔

اب ان کا آپریشن فیصل آباد میں ہو رہا ہے۔ احباب جماعت سے خصوصی درخواست ہے کہ مکرم پروفیسر صاحب کی کامل شفایابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں۔

○ مکرم گیانی عباد اللہ صاحب سابق مینیجر روزنامہ الفضل مقیم میامی۔ امریکہ ان دنوں بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحتِ کاملہ کے لئے دعا کریں۔

ولادت

مکرم نصیر احمد صاحب شفیق ابن مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری۔ ربوہ کو مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۹۲ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہِ شفقت "طاہر کمال" نام عطا فرمایا ہے۔ احباب سے نومولود کے سعید، صاحبِ عمر خادمِ دین اور قرۃ العین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مصائب پر صبر کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ کے انعامات ملتے ہیں

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو

مَیں نے غور سے دیکھا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں واقعی اللہ تعالیٰ کی ذات سات طرح سے (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں) کہے جانے کے لائق ذات ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(۱) اوّل تو اس لئے کہ مصائب اور شدائد کفارہ گناہ ہوتے ہیں۔ سو یہ بھی اس کا فضل ہے ورنہ قیامت میں خدا جانے ان کی سزا کیا ہے۔ اس دنیا ہی میں بھگت کر نپٹ لیا۔

(۲) اس لئے کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ممکن ہے۔ اس کا فضل ہے کہ اعلیٰ اور سخت مصیبت سے بچا لیا۔

(۳) مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں دینی اور دنیوی۔ ممکن ہے کہ گناہ کی سزا میں انسان کی اولاد مرتد ہو جاوے۔ سو اس کا فضل ہے کہ اس نے دینی مصائب سے بچا لیا اور دنیوی مشکلات ہی پر اکتفا کر دیا۔

(۴) مصائب شدائد پر صبر کرنے والوں کو اجر ملتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ ہر مصیبت پر (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) پڑھ کر یہ دعا مانگو (اے میرے اللہ تو مجھے میری مصیبت کا اجر عطا فرما اور میرے لئے جو بہتر ہے اسے قائم رکھ) اور قرآن شریف میں مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے واسطے تین طرح کے اجر کا وعدہ ہے۔

(اور اے رسول تو (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے جن پر جب بھی کوئی مصیبت آئے (گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم (تو) اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں (نازل ہوتی) ہیں اور رحمت (بھی) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) یعنی مصائب پر صبر کرنے والوں اور انا للہ کہنے والوں کو تین طرح کے انعامات ملتے ہیں۔

(۱) صلوات ہوتے ہیں ان پر اللہ کے۔

(۲) رحمت ہوتی ہے ان پر اللہ کی۔

(۳) اور آخرکار ہدایت یافتہ ہو کر ان کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔ اب غور کرو جن مصائب کے وقت صبر کرنے والے انسان کو ان انعامات کا تصور آ جاوے جو اس کو اللہ کی طرف سے

باقی صـــ ۷ پر

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۹ صلح ۱۳۷۱ ہش — ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء

ایک خام خیالی سے باہر آنے کی ضرورت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے جماعت احمدیہ کو قائم کرنے کے بعد اپنے بیحد فضلوں اور رحمتوں سے نوازنا شروع کیا اور یہ جماعت جو ایک چھوٹے سے قصبے سے ایک بڑی معمولی صورت میں شروع ہوئی تھی بڑھتے بڑھتے ایک ایسے تناور درخت کی شکل اختیار کر گئی ہے جس کی شاخیں ایک سو چھبیس ملکوں میں پھیل گئی ہیں اور جس کے سائے میں دنیا بھر کی قوموں اور ملکوں کے افراد آرام کر رہے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کے لئے نعماء سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

لیکن کیا ترقی کا یہ مرحلہ ہمارے لئے حرفِ آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا ہم مطمئن ہو کر بیٹھ سکتے ہیں۔ کوئی احمدی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا۔ کوئی احمدی بھی اپنی کوششوں کو سست نہیں کر سکتا۔ پانچ ارب کی آبادی میں ابھی احمدیوں کا تناسب کتنا ہے ابھی کتنا کام کرنا ہے ابھی کتنی قوموں تک پہنچنا ہے اس کے بارے میں اگر حساب کتاب لگانے بیٹھا جائے تو حساب لگانے سے پہلے دل بیٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ کتنا بڑا کام ہے۔ اور ہمارے پاس کتنے وسائل ہیں؟ ممولے کو شہباز سے لڑانے والی بات صرف محاوروں میں ملتی ہے۔ مگر یہاں تو اس سے بھی بڑی بات ہے جو حقیقت کا جامہ پہن کر کھڑی ہے اور اس میں ذرہ سا بھی شبہ کرنے کی گنجائش موجود نہیں۔

ان پانچ براعظموں کے اربوں لوگوں تک اور کروڑہا مربع میل میں پھیلی ہوئی دنیا کے ایک ایک فرد تک پہنچنا اور انہیں اپنی محبتوں کا اسیر کرنا ان کے دلوں کو حق کی روشنی سے منور کرنا۔ کیا یہ اتنی ہی آسان بات ہے کہ ہم رات کو آسانی سے تکیے پر سر رکھ کر سو جائیں؟ اگر نہیں۔ اور ہرگز نہیں تو جہاں اپنی کوششوں اور طاقتوں کو اپنی حد استعداد تک پہنچانا ضروری ہے۔ وہاں پر وہ بات بھی بہت ضروری ہے جس کی طرف ہمارے جان سے پیارے امام اکثر اوقات ہماری توجہ مبذول کرواتے رہتے ہیں۔ مگر اب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ جماعت اس طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احباب جماعت دعا کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اس بارے میں بہت دفعہ توجہ دلائی گئی ہے۔ مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ احباب جماعت اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہے۔

احباب جماعت کو اس بات کی طرف پورے صدق دل سے متوجہ ہونا چاہیئے اور حضور کے ارشاد کے پیش نظر پورے انہماک اور تضرع کے ساتھ مولا کریم کے حضور جھک جانا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہماری کمزوریاں اور کوتاہیاں دور کرے۔ ہماری کوششوں کو ولولۂ تازہ سے معمور کر دے اور ہماری دعاؤں میں ایک نئی لذت اور نیا رنگ بھر دے اور ہمیں دن رات اپنے پیارے مولا کریم کے آستانے پر جھک جانے کی توفیق دے۔ دعا تو معجزانہ نتائج کیلئے کی جاتی ہے۔ اور جب تک ہم دعا کا ہاتھ نہ پکڑیں گے یہ امید کرنا کہ دنیا کے ہر کونے کو حق سے منور کرنے کا کام ہماری کوششوں سے بھی ممکن ہے یہ بہت بڑی بھول اور خام خیالی ہو گی۔ اس سے باہر نکلنا اور جلد تر باہر نکل آنا بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔!!

میری ہستی کی ہے یہی رُوداد
تجھ سے کرتا رہا ہوں مَیں فریاد
یعنی ہر لمحہ ہر قدم پہ دُعا
کچھ عبادت ہے کچھ ہے استمداد

ابوالاقبال

کبھی گرنا کبھی سنبھلنا تھا
تم کو رستہ نہیں بدلنا تھا

ان کے کاٹے کا کچھ علاج نہیں
آنسوؤں کو نہیں نگلنا تھا

اپنے ہمراہ کس طرح چلتے
تیرے ہمراہ بھی تو چلنا تھا

اشکِ تنہا خرام کو ہرگز
گھر سے باہر نہیں نکلنا تھا

بانجھ تھا یہ درخت نفرت کا
پھولنا تھا اسے نہ پھلنا تھا

اشک سے بھی نہیں گلہ کوئی
یہ ستارہ کبھی تو ڈھلنا تھا

ایک دو روز کی یہ بات نہ تھی
عمر بھر یہ چراغ جلنا تھا

کیا ضروری تھا مسکراتا بھی
جب اسے زہر ہی اگلنا تھا

رات رُکنا تھا گھر کے سائے کو
صبح سورج کے ساتھ چلنا تھا

یہ جو تازہ ہوا کا جھونکا تھا
اس نے طوفاں کا رُخ بدلنا تھا

ساری دُنیا بھی گر بدل جاتی
تم کو مضطر نہیں بدلنا تھا

چوہدری محمد علی

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر —— (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

علمی مسائل

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) ایک پیر صاحب کا لطیفہ سُنایا کرتے تھے کہ وہ ایک دفعہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہرن کے شکار کے لئے گئے۔ شکار کرنا منع نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گو خود شکار نہیں کیا مگر حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ شکار کروایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک غزوہ میں آپؐ نے سعد بن ابی وقاص کو بلایا اور فرمایا کہ دیکھو وہ ہرن جا رہا ہے اسے تیر مارو۔ جب وہ تیر مارنے لگے تو آپ نے پیار سے اپنی ٹھوڑی ان کے کندھے پر رکھ دی اور فرمایا اے خدا اس کا نشانہ بے خطا کر دے۔ تو شکار بُری چیز نہیں۔ اس میں جو لطیفہ ہے وہ آگے آتا ہے۔ بہرحال پیر صاحب نے ہرن کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ ہرن بہت مضبوط تھا۔ اس نے بھاگنا شروع کیا اور کئی میل تک بھاگتا چلا گیا۔ اس زمانہ میں بندوقیں نہیں تھیں۔ تیر یا نیزہ سے شکار کرتے تھے۔ پیر صاحب بھی ہرن کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑاتے چلے گئے اور آخر اسے زخمی کر کے گرا لیا۔ جب وہ نیچے اُترے اور ہرن کو ذبح کرنے لگے تو بجائے اس کے کہ وہ تکبیر کہہ کر اسے ذبح کرتے انہیں اتنا غصہ چڑھا ہوا تھا کہ چھری پھیرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ ارے سؤر تُو نے میرا گھوڑا ہی مار دیا ہے۔ ارے سؤر تُو نے میرا گھوڑا ہی مار دیا ہے۔ گویا غصہ یہ تھا کہ وہ بھاگا کیوں۔ حالانکہ انسان ہو یا جانور جسے بھی اپنی جان کا خوف ہو گا۔ بھاگے گا۔

غرض یہودیوں میں بھی یہ رواج تھا کہ جب خاندان میں ایک دفعہ کوئی بزرگ ہو جاتا تو اس کی اولاد اس کی گدی سنبھال لیتی تھی۔ خواہ وہ کیسی ہی نالائق ہوتی حضرت زکریاؑ اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدایا میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے بھی ڈرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ان کے اندر دین کی خدمت کا کوئی احساس نہیں اور پھر میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ اگر میں جوان ہوتا یا میری بیوی جوان ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ میرے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو جاتی۔ کیونکہ بوڑھے مرد سے بھی جوان عورت کو بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ ادھیڑ عمر والی عورت اگر کسی جوان مرد سے شادی کر لے تو اس کے ہاں بھی بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر مر جاتے ہیں۔ دنیا میں بچے پیدا ہونے کے جو اسباب ہوتے ہیں وہ نہ میرے اندر پائے جاتے ہیں اور نہ میری بیوی کے اندر پائے جاتے ہیں پس اے خدا تُو مجھے اپنے پاس سے ایک ایسا شخص عطا فرما جو ہمارے خاندان کی اولادوں کا حافظ ہو۔ اور ان کو دین پر قائم کرے جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو یعنی میرے اندر قوم کی خدمت اور دین کی اشاعت کے لئے نیک جذبات پائے جاتے ہیں وہ بھی اس میں پائے جائیں اور اسی طرح بنی اسرائیل میں جو نیکیوں کا ورثہ چلا آتا ہے اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ اور دوسرے انبیاء نے انہوں نے جو جو خوبیاں حاصل کی ہیں وہ سب کی سب اس میں پائی جائیں۔ اور اے میرے رب! تو اس کو دُنیا میں ایک پسندیدہ وجود بنا دے۔ دیکھو یہ کیسی لطیف دُعا ہے اور کس طرح دعا کے چاروں کونے اس میں پورے کر دیئے گئے ہیں۔ اس دُعا کو اگر ہم اپنے الفاظ میں بیان کریں تو اس کی یہ صورت ہو گی کہ اے میرے خدا میرے اندرونی قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں۔ میرا بیرونی چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ میں ہمیشہ سے ہی تیرے الطاف خسروانہ کا عادی ہوں۔ اس لئے مایوسیاں اور ناکامیاں میں نے کبھی دیکھی نہیں۔ ناز کرنے کی عادت مجھ میں پیدا ہو چکی ہے۔ رشتہ دار میرے مرنے اور موت کے بعد گدی سنبھالنے منتظر ہیں۔ بیوی میری بیکار۔ ان سب وجوہ کے ساتھ میں مانگنے آیا ہوں۔ اور کیا مانگنے آیا ہوں۔ یہ مانگنے آیا ہوں کہ اے میرے خدا تو مجھے بیٹا دے۔ ایسا بیٹا دے جو میرا ہم خیال اور دوست ہو۔ ایسا بیٹا دے جو میرے بعد تک زندہ رہنے والا ہو اور میرے خاندان کو سنبھالنے والا ہو۔ اور ایسا بیٹا دے جو میرے اخلاق اور آلِ یعقوب کے اخلاق کو پیش کرنے والا ہو۔ گویا صرف میرے نام ہی کو زندہ نہ کرے بلکہ اپنے دادوں پردادوں کے نام کو بھی زندہ کر دے اور پھر وہ انسانوں ہی کے لئے باعثِ خوشی نہ ہو بلکہ اے رب وہ تیرے لئے بھی باعث خوشی ہو۔

(پاک ہے اللہ کی ذات) کیسی لطیف دُعا ہے کہ اندر میرا خراب ہو چکا ہے۔ باہر میرا خراب ہو چکا ہے۔ بیوی میری بیکار ہو چکی ہے۔ رشتہ دار میرے خراب ہو چکے ہیں۔ اور میں مانگتا یہ ہوں کہ تو مجھے بیٹا دے مگر اس بڑھاپے میں بھی میں ناقص بیٹا نہیں مانگتا بلکہ میں یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے وہ بیٹا دے جو میرے کمالات ہی پسندیدہ نہ ہو بلکہ تیرا بھی پسندیدہ ہو۔ یہ دُعا ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ بے شک وہ پیشگوئیوں کی بناء پر جانتے تھے کہ نبوت کا نُور اب بنی اسرائیل سے چھینا جانے والا ہے مگر پھر بھی انسان بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور اپنے باپ دادوں کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور پھر وہ میرا خیال کرتا ہے کہ شائد کوئی ایسا ذریعہ نکل آئے جس سے قوم بچ جائے۔ اور وہ ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں نہ گرے۔ پس حضرت زکریاؑ نے یحییٰ کے لئے اس لئے دُعا کی کہ وہ جانتے تھے کہ اب ایک ایسا شخص آنے والا ہے جس پر بنی اسرائیل کی نبوت ختم ہو جائے گی۔ سو انہوں نے چاہا کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے جس کے نتیجہ میں آنے والے موعود کو قوم مان لے اور اس کی امداد اور نصرت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے اور خدا تعالیٰ کا نُور کچھ دنوں کے لئے اور ہماری قوم میں باقی رہے۔

"مجھے یاد ہے حضرت امام جماعت احمدیہ الاوّل اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے کے زمانہ میں ہماری جماعت کا ایک شخص جو اچھا مخلص اور سمجھدار تھا مگر بعد میں غیر مبائعین میں شامل ہو گیا اس کے بعد پھر خدا تعالیٰ نے اس پر فضل کیا اور وہ ہماری جماعت میں شامل ہو گیا۔ ایک دفعہ کسی جھگڑے کے موقع پر کسی دوسرے سے کہنے لگے کہ میرا اپنا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اس وقت بچہ تھا مگر مجھے یہ سنکر ہنسی آئی کہ اس کا وجود بھلا لوگوں کے لئے کس طرح صداقت کا نشان بن سکتا ہے۔ اس کی زندگی کے تو حالات ہی لوگوں کو معلوم نہیں۔ پس اس (بات) کو وہی شخص اپنی ذات پر چسپاں کر سکتا ہے جس نے لوگوں کے سامنے چیلنج کے طور پر اپنی زندگی کو پیش کیا ہو۔ اور لوگوں نے بھی کرید کرید کر اس کے حالات زندگی کو دیکھا ہو۔ ایک عام آدمی کی زندگی تو ہوتی ہی پردے میں ہے وہ اس دلیل کو پیش کس طرح کر سکتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کی صداقت کے جو اور دلائل ہیں اس کے متعلق بھی لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایک ایسی بات اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کر دیتے ہیں جو موقع اور محل کے لحاظ سے وہاں چسپاں ہی نہیں ہوتی۔ سید احمد نور صاحب کابلی جو اب (۵۶ سے پہلے) فوت ہو چکے ہیں نبوت کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ ایک دوست ان کے پاس گئے اور واپس آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ ان کی اور باتوں کا جواب تو مجھے آ گیا ہے لیکن ایک دلیل کو میں ردّ نہیں کر سکا۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے کہا کہ تم لوگ مجھے پاگل کہتے ہو حالانکہ قرآن میں یہ لکھا ہے کہ جتنے نبی اور رسول آئے سب کو لوگ پاگل کہا کرتے تھے۔ پس لوگوں کا مجھے پاگل کہنا میری صداقت کی دلیل ہے۔ میرے جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ تو بالکل سیدھی بات تھی۔ نبی کو اس کے دعوے کے بعد محض اس کے دعوے کی وجہ سے لوگ پاگل کہتے ہیں لیکن سید احمد نور صاحب سے کہئے کہ آپ نے تو ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا ہم آپ کو رسیوں سے باندھا کرتے تھے۔ پس ایک پاگل کا اپنے آپ کو نبی کہنا اور چیز ہے اور نبی کو لوگوں کا پاگل کہنا بالکل اور چیز ہے۔ اگر تو نبوت کے دعوٰی کے بعد لوگ انہیں پاگل کہنے لگ جاتے پہلے وہ دماغی لحاظ سے بالکل ٹھیک ہوتے تو کوئی دلیل بھی تھی لیکن انہیں تو دعویٰ سے پہلے ہی جنون کی وجہ سے کئی دفعہ رسیوں سے باندھا جا چکا تھا۔ تو یہ دلیل بھی غلط استعمال ہونے لگی ہے اسی طرح ایک نبی کی صداقت کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اس کی سابق زندگی اتنی شاندار ہوتی ہے کہ ہر قسم کے حالات میں سے گذرنے کے باوجود لوگ اس کی زندگی کو بالکل بے عیب پاتے ہیں ارد گرد کے لوگ اسے ٹٹولتے ہیں ایسے حالات اس پر گزرتے ہیں جب جھوٹ کے بغیر اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص نیک ہے۔ راستباز ہے۔ لیکن عام آدمی کی زندگی نمایاں نہیں ہوتی۔ بیسیوں چور ہوتے ہیں لیکن لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ چور ہیں۔ بیسیوں جھوٹے ہوتے ہیں مگر چونکہ ان کے حالات لوگوں کے سامنے نہیں آتے اس لئے وہ مخفی رہتے ہیں۔ پس یہ (بات) صرف انبیاء ہی اپنے اُوپر چسپاں کر سکتے ہیں اور لوگوں کو چیلنج دے سکتے ہیں کہ تم نے ہماری زندگیوں کو دیکھا تم نے ہمارے حالات کو دیکھا۔ تم نے ہمارے اخلاق اور عادات کی جستجو کی۔ مگر تم نے یہی دیکھا کہ ہم جھوٹ بولنے والے نہیں۔ پس جب ہم انسانوں پر جھوٹ نہیں بولتے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم خدا پر جھوٹ بولنے لگ جائیں یہی دلیل حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ "تمہاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے۔ ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا میری گواہی دیتا ہے۔" اب اگر اپنی گواہی سے صرف اتنی ہی مراد ہو کہ چونکہ میں کہہ رہا ہوں اس لئے میری بات سچی ہے تو اس طرح سے تو

باقی ص ۸ پر

"میری والدہ" سے ایک اقتباس

والدہ صاحبہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی زندگی

اللہ تعالیٰ نے والدہ صاحبہ کو جرأت اور حوصلہ بھی بہت عطا فرمایا تھا۔ کسی کے دکھ یا درد کی حالت دیکھ کر سن کر ان کا دل فوراً پگھل جاتا تھا۔ بعض دفعہ کسی بچے کے رونے کی آواز ان کے کان میں پڑ جاتی تھی۔ تو ان کی نیند اچاٹ ہو جاتی تھی۔ لیکن اگر کوئی موقعہ ایسا پیش آ جائے جہاں انہیں اپنی ہی ہمت پر انحصار کرنا پڑ جائے۔ تو ایسے وقت میں وہ اپنی تمام کمزوریوں کو فراموش کر دیتی تھیں۔ اور مردانہ حوصلہ کا نمونہ دکھاتی تھیں۔

۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے۔ خاکسار انگلستان گیا ہوا تھا۔ والدہ صاحبہ ان دنوں ماڈل ٹاؤن میں مقیم تھیں۔ ایک روز ظہر یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سلام پھیرنے پر سامنے کے ایک مکان پر ان کی نظر پڑی۔ جہاں عمارت کا کام ہو رہا تھا۔ ایک معمار اتفاق سے اس وقت اپنے ہاتھ سے ہمارے زنانہ صحن کی طرف اشارہ کر رہا تھا، ایک مزدور اس کے پاس کھڑا تھا۔ والدہ صاحبہ نے جب اس واقعہ کی تفصیل خاکسار کو سنائیں تو اس حصہ کے متعلق فرمایا۔ کہ ایک لحظہ کے لئے میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ شاید یہ معمار ہمارے مکان کی طرف اشارہ کر کے اس مزدور کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے۔ کہ موقعہ پا کر رات کے وقت وہ چوری کے لئے ہمارے مکان میں داخل ہوں۔ لیکن اس خیال کے ساتھ ہی میرے دل نے مجھے ملامت کی۔ کہ میں نے ان غریب کاریگروں پر خواہ مخواہ بدظنی کیوں کی۔ چنانچہ میں نے اسی وقت استغفار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس لغزش کی معافی چاہی۔

اسی رات میں زنانہ برآمدہ میں سو رہی تھی، کہ میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص آ کر میرے پلنگ کے کنارے پر بیٹھ گیا ہے۔ اس شخص نے مسہری اٹھا کر میرے بازو کو ہاتھ ڈالنا چاہا۔ گویا میرے کنگن کو پکڑنا چاہتا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اور ساتھ ہی آواز دی۔ کہ کوئی شخص اٹھ کر بجلی روشن کر دے۔ میری آواز سن کر یہ شخص گھبرا گیا۔ اور پلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ روشنی ہونے پر وہ صحن میں چلا گیا۔ میں بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ اور بظاہر سختی سے اسے سرزنش کرنی شروع کی۔ کہ تم کون ہو۔ اور تمہارا مکان کے اندر زنانے حصہ میں آنے کا کیا حق ہے۔ وہ کچھ مبہوت سا ہو کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اور میں آگے بڑھتی گئی۔ اور ساتھ ساتھ بلند آواز سے ملازموں کو بھی بلانے کی کوشش کرتی جاتی تھی۔ گو میرا دل خوف کے مارے دھڑک رہا تھا۔ اور میں جانتی تھی کہ یہ شخص ایک تھپڑ یا ضرب سے میرا خاتمہ کر سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا کی اور میں صحن کے آخری حصہ تک اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ اتنے میں میری آواز سن کر مردانہ حصہ سے عزیز اسد اللہ خاں اور ملازم آ گئے۔ اور انہوں نے اس شخص کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے دو ساتھیوں کو بھی جو باہر باغ میں اس کی انتظار کر رہے تھے۔ تعاقب کر کے تھوڑی دور جا کر پکڑ لیا۔ یہی وہ معمار اور مزدور تھے جنہیں ظہر یا عصر کے وقت میں نے آپس میں اشارے کرتے دیکھا تھا۔

جب ان لوگوں کا چالان ہوا تو والدہ صاحبہ کی طبیعت میں رحم کا جذبہ غالب ہونے لگا۔ بار بار کہتیں کہ میں چاہتی ہوں، کہ ان غریبوں پر سختی نہ ہو۔ مزدور لوگ ہیں معلوم نہیں کس انگیخت میں آ کر انہوں نے یہ فعل کیا۔ جو شخص مکان کے اندر داخل ہوا۔ وہ تو مجھ جیسی بڑھیا کے سامنے سہم گیا تھا۔ خود ہی تجویز کرتی رہیں، کہ مکان کے اندر آنے والے کے لئے تو تین چار ماہ کی قید کافی سزا ہے۔ اور جو دو ساتھی اس کے باہر سے پکڑے گئے وہ رہا ہو جانے چاہئیں۔ مجسٹریٹ نے ان سب کو ایک ایک سال کی قید کی سزا دے دی۔ اب والدہ صاحبہ کو یہ فکر لاحق ہوئی، کہ کس طرح ان لوگوں کی سزا میں تخفیف ہو۔

اس اثناء میں خاکسار انگلستان سے واپس آ گیا۔ مجھے سارا ماجرا والدہ صاحبہ نے سنایا۔ اور فرمایا تم کوشش کرو۔ کہ ان لوگوں کی سزا میں تخفیف ہو جائے۔ میں نے عرض کی کہ یہ تو میرے اختیار کی بات نہیں۔ ان کی اپیل عدالت سیشن میں دائر ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر وہ لوگ مجھ پر اعتماد کریں تو میں ان کی طرف سے بلا فیس ان کی اپیل کی پیروی کروں۔ ممکن ہے کہ جج یہ خیال کرے کہ جب اسی کے گھر میں یہ چوری کی نیت سے داخل ہوئے تھے۔ اور یہی ان کی طرف سے وکالت کرتا ہے تو ان کی سزا میں کم سے کم تخفیف کر دینی چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ قباحت بھی ہو گی۔ کہ مجھے عزیز اسد اللہ خاں اور اپنے ملازموں کی شہادت پر تنقید کرنی پڑے گی۔ اور ممکن ہے کہ جج یہ خیال بھی کرے۔ کہ عجب آدمی ہے۔ روپے کے طمع میں یہ کارروائی کر رہا ہے۔ اسے یہ تو معلوم نہیں ہو گا کہ میں کس وجہ سے ان لوگوں کی وکالت کر رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ یہ طریق ٹھیک نہیں کوئی اور طریق تجویز کرو۔ میں نے عرض کی۔ کہ اگر ان کی اپیل نامنظور ہو گئی اور ہائیکورٹ سے بھی ان کی سزا میں تخفیف نہ ہوئی تو پھر یہ ہو سکتا ہے کہ میں گورنر صاحب کی خدمت میں عرض کروں۔ کہ ان کی سزا میں تخفیف کر دیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں بھی تمہیں یہ بتانا پڑے گا۔ کہ میری خواہش کے مطابق تم ان سے کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا یہ تو کہنا ہی پڑے گا۔ فرمانے لگیں۔ یہ طریق بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اچھا اگر کوئی اور صورت نہیں تو میں ان لوگوں کے لئے دعا کروں گی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

چنانچہ جب تک ان کی اپیل کا فیصلہ نہ ہوا، ان کے لئے دعا کرتی رہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی اپیل کا فیصلہ عین والدہ صاحبہ کی خواہش کے مطابق ہو گیا جب والدہ صاحبہ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان غریبوں پر رحم فرمایا۔

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور رحم کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت وافر عطا فرمایا تھا، اکثر فرمایا کرتی تھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اگر دشمن نہ ہو تو کوئی دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اور میں تو اس لحاظ سے کسی کو دشمن سمجھتی ہی نہیں۔ دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارہ میں کہا کرتی تھیں کہ جس سے دل خوش ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کے لئے تو خود ہی دل چاہتا ہے۔ اس میں ثواب کی کونسی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے تو انسان کو چاہیئے کہ ان لوگوں سے بھی احسان اور نیکی سے پیش آئے جن پر دل راضی نہ ہو۔

ڈسکہ کے لوگوں کے ساتھ والدہ صاحبہ کا سلوک ہمیشہ بہت فیاضانہ اور غریب پروری کا ہوا کرتا تھا۔ اور باوجود اختلاف مذہب و عقائد کے وہاں کے لوگ سب ان کو بہت عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، لیکن جب (بعض لوگوں نے مخالفت شروع کی) تو آہستہ آہستہ ہمارے گاؤں کے لوگ بھی اس سے متاثر ہو گئے اور مختلف طریق سے احمدیوں کو دکھ دینے لگے۔ ہمارے خاندان کے بعض افراد کو خصوصیت سے ایذا دہی کا نشانہ بنایا گیا۔

والدہ صاحبہ کو قدرتی طور پر ان واقعات سے رنج پہنچتا تھا۔ لیکن ان کے نتیجہ میں ان کے حسن سلوک میں کمی نہ آتی تھی۔ اگر ہمارے آدمیوں میں سے کوئی اس قسم کا اشارہ بھی کرتا کہ یہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں۔ آپ ان سے ایسا سلوک کیوں کرتی ہیں تو وہ اس کو برا منایا کرتیں اور ہمیشہ یہی جواب دیا کرتیں کہ جس کا اللہ دشمن نہ ہو اس کا اور کوئی دشمن نہیں ہو سکتا۔ ان کا اکثر یہ معمول تھا کہ یتامیٰ اور مساکین کے لئے اپنے ہاتھ سے پارچات تیار کرتی رہتی تھیں اور بغیر حاجتمند کے سوال کے انتظار کئے ان کی حاجت روائی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے مطابق کرتی رہتی تھیں۔

ایک روز ڈسکہ میں کچھ پارچات تیار کر رہی تھیں کہ میاں جماں نے دریافت کیا یہ پارچات کس کے لئے تیار ہو رہے ہیں والدہ صاحبہ نے فرمایا فلاں شخص کے بچوں کے لئے۔ میاں جماں نے ہنس کر کہا۔ آپ کا بھی عجیب طریق ہے۔ وہ تو ہمارا مخالف ہے اور یہ لوگ ہر روز ہمارے خلاف کوئی نہ کوئی نئی شرارت کھڑی کر دیتے ہیں اور آپ اس کے بچوں کے لئے کپڑے تیار کر رہے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا وہ شرارت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرتا ہے۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے مخالف کی شرارتیں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ لیکن یہ شخص مفلس ہے اس کے پاس اپنے بچوں اور پوتوں کے بدن ڈھانکنے کے لئے کپڑے مہیا کرنے کا سامان نہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کے بچے اور پوتے ننگے پھریں؟ اور تم نے جو میری اس بات کو ناپسند کیا ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ یہ کپڑے جب تیار ہو جائیں تو تم ہی انہیں لے کر جانا اور اس شخص کے گھر پہنچا کر آنا۔ لیکن لے جانا رات کے وقت تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں نے بھیجے ہیں۔ ورنہ دوسرے اسے دق کریں گے کہ تم نے احمدیوں سے یہ اشیاء کیوں لیں۔

انہی ایام میں ہمارے گاؤں کے ایک ساہوکار نے ایک غریب کسان کے مویشی ایک ڈگری کے سلسلہ میں قرق کر لئے۔ یہ کسان بھی مخالفوں میں شامل تھا۔ قرق شدہ مویشیوں میں ایک بچھڑی بھی تھی۔ قرقی کے وقت کسان کے کم سن لڑکے نے بچھڑی کی رسی پکڑ لی۔ کہ یہ بچھڑی میرے باپ نے مجھے دی ہوئی ہے۔ میں یہ نہیں لے جانے دوں گا۔ ڈگری دار نے یہ بچھڑی بھی قرق کرا لی۔ اس سے چند روز قبل اسی کسان کی ایک بھینس کنوئیں میں گر کر مر گئی تھی۔ یہ بھی مفلس آدمی تھا اور یہ مویشی ہی اس کی پونجی تھے۔

والدہ صاحبہ ان دنوں ڈسکہ ہی میں مقیم تھیں۔ جب انہیں اس واقعہ کی خبر پہنچی تو بے تاب ہو گئیں۔ بار بار کہتیں۔ آج اس بیچارے کے گھر میں ماتم کی صورت ہو گی اس کا ذریعہ معاش جاتا رہا۔ اس کے بیوی بچے کس امید پر جئیں گے۔ جب اس کے لڑکے کے ہاتھ سے قارق نے بچھڑی کی رسی لے لی ہو گی تو اس کے دل پر کیا گذری ہو گی! پھر دعائیں لگ گئیں۔ کہ یا اللہ

باقی ص ۷ پر

مولانا محمد منور

سواحیلی زبان کی ترقی میں جماعت احمدیہ کا کردار

برّاعظم افریقہ کے مشرقی ساحل سے عرب تجار کا تعلق بہت قدیمی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی سے ان کی آمدورفت مسلسل رہی ہے۔ عربوں اور افریقیوں کے باہم اختلاط سے جو زبان معرض وجود میں آئی اسے سواحیلی (SWAHILI) کہتے ہیں۔ افریقہ کی مشہور اور قدیمی زبان بنٹو (BANTU) ہے جس کی بہت سی شاخیں افریقہ کے مختلف حصوں میں متداول ہیں۔ عرب تاجر جب افریقہ کے مشرقی ساحل پر پہنچے تو وہاں افریقی زبانیں رائج تھیں ہر قبیلہ اپنی زبان بولتا تھا اسی سے محبت رکھتا تھا۔ ان میں سے کوئی زبان بھی بین القبائلی افہام وتفہیم کے قابل نہیں تھی۔ عربوں میں سے بعض لوگ ساحلی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ انہوں نے افریقی عورتوں سے شادیاں کیں اور ایک نئی نسل وجود میں آئی اس نئی نسل کے ساتھ ساتھ ایک نئی زبان بھی پروان چڑھی جسے مختلف افریقی قبائل باہم گفتگو کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اور افریقی ساحل پر آنے والے غیر ملکی بھی اس سے استفادہ کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ عربی زبان کے بہت سے الفاظ اصل افریقی زبان میں مل جل گئے اور اب یہ الفاظ اپنی بگڑی ہوئی شکل میں اس زبان کا پچاس فی صد سمجھے جاتے ہیں جیساکہ اسکے نام سے ظاہر ہے اس زبان کا اصل مرکز زنجبار۔ ٹانگانیکا اور کینیا کے ساحلی علاقے ہیں۔ جہاں کے لوگ بچپن سے اسی کو سیکھتے اور بولتے ہیں اور اس کے سوا ان کی کوئی اور زبان نہیں ہے۔ لیکن اندرون ملک بہت سی دوسری زبانیں ہیں جو مختلف قبائل کی مادری زبانوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور سواحیلی زبان انہیں بھی اسی طرح سیکھنی پڑتی ہے۔ جس طرح غیر ملکی لوگوں کو۔ عرب اقتدار کے زمانہ میں سواحیلی زبان عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ اور باہم خط وکتابت میں اسے ہی استعمال کیا جاتا تھا بعد میں پرتگیزی اور جرمن اقوام نے اس زبان کی ترقی کے لئے چنداں کوشش نہیں کی اور ان کی زبانوں کے الفاظ سواحیلی میں بالکل قلیل ہیں برطانوی استعمار کا رویّہ ان سے بالکل مختلف تھا۔ وہ ان علاقوں میں مستقل طور پر آباد ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے سارے ماحول کو سازگار بنانے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ ملکی ترقی اور تجارت کے فروغ کے لئے انہوں نے ریل سڑکیں اور پل تعمیر کئے۔ نئے شہر آباد کئے۔ ان میں ڈاک، تار اور ٹیلی مواصلات کا نظام قائم کیا اور سواحیلی زبان کی تجدید کی۔ عربی رسم الخط کی بجائے رومن الفاظ کو رائج کیا۔ پادریوں نے سواحیلی کی لغات انگریزی میں مدوّن کیں اور انجیل کا ترجمہ اس زبان میں کیا۔ لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے ۱۸۴۰ء میں اپنے مراکز مختلف شہروں اور دیہات میں قائم کئے اور عیسائیت کی ترویج واشاعت کے لئے مشن سکولوں میں انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ سواحیلی زبان سکھانے کا انتظام کیا۔ انگریزی عہد حکومت میں اسے دوسری سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ انگریزی انتظامیہ کے افسران کے لئے اس کا سیکھنا ضروری تھا۔ اور اسے سیکھنے کے بعد ان کی تنخواہ میں اضافہ کیا جاتا تھا رفتہ رفتہ انگریزی زبان کے بہت سے الفاظ سواحیلی میں شامل ہو گئے۔ سکولوں میں اسے رائج کرنے کے لئے متعدد انگریزی الفاظ کو ڈھال کر نصاب کی کتب میں شامل کیا گیا۔ نیم سرکاری اخبارات جو سواحیلی میں شائع ہوتے تھے انگریزی الفاظ کو اپنانے میں نمایاں کردار ادا کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ لیکن خدا تعالےٰ کو منظور نہیں تھا کہ برطانوی اقتدار اس برّاعظم میں اپنے پاؤں زیادہ دیر تک جمائے رکھے اس کا کام صرف اس قدر تھا کہ وہ افریقہ کو آمدورفت اور رہائش کے قابل بنا کر خود رخصت ہو جائے۔

برطانوی اقتدار کے قیام پر ایک صدی بھی نہیں گذری تھی کہ افریقی عوام میں یکایک بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے بڑی سرعت سے غیر ملکی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکا۔ مشرقی ساحل کے ممالک ۱۹۶۱ء سے آزاد ہونا شروع ہوئے۔ اور آزادی حاصل کرتے ہی انہوں نے سواحیلی زبان کو بین المملکتی زبان قرار دے دیا۔

مشرقی افریقہ میں زنجبار۔ ٹانگانیکا کینیا اور یوگنڈا کے علاقے شامل ہیں آزادی حاصل کرنے کے بعد زنجبار اور ٹانگانیکا نے باہم سیاسی اتحاد قائم کر کے دونوں ملکوں کا نام تنزانیا رکھ لیا ہے۔ کینیا اور یوگنڈا بھی سواحیلی کی فضیلت تسلیم کر کے اس کی ترویج کا فیصلہ کیا ان تینوں آزاد ملکوں میں قبائلی زبانیں بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کی اکثریت صرف بولنے کے لئے مستعمل ہے ان زبانوں میں تحریر یا تصنیف کا کام نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ انگریزی اقتدار کے زمانہ میں قبائلی زبانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ آزادی کے بعد یہ رو مدھم پڑ گئی ہے اور مشرقی افریقہ کے ملکوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لئے سواحیلی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تنزانیہ میں سواحیلی زبان کی توسیع، نئے الفاظ کی تلاش اصطلاحات کی ایجاد اور علمی سائنسی امور کی تشریح کے لئے قریب ترین الفاظ مہیا کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی جس نے محنت اور تندہی سے کام کیا۔ ہمسایہ ممالک نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی افریقہ کے سات کروڑ افریقی باشندے باہمی روابط کو مضبوط کرنے کیلئے اس زبان کو اپنا لیں گے۔

گذشتہ سال غانا میں افریقی ممالک کے نمائندگان کا مشترکہ اجلاس ہوا تھا۔ انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ سواحیلی کو سارے براعظم میں رواج دیا جائے۔ اس کے لئے انہوں نے سرکاری مدارس میں سواحیلی کی تعلیم دینے سواحیلی میں کتب و رسائل نشر کرنے اور اس زبان کے قواعد کو عام کرنے کی سفارش کی ہے عنقریب ان ممالک کے نمائندگان پھر جمع ہو کر مزید قدم اٹھانے کی سفارشات کریں گے تاغیریت اور دوئی کو دور کیا جائے۔ اور براعظم افریقہ کی ساری قومیں ایک ہی زبان میں اظہار خیال کر سکیں۔ اگر یہ تجاویز عملی جامہ پہن سکیں تو سواحیلی زبان کا حلقہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ اور اس کی اہمیت بھی نمایاں طور پر بڑھ جائے گی۔

جماعت احمدیہ کی خدمات کا جائزہ

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خدام حضور کی زندگی میں ہی انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں مشرقی افریقہ کے تمام ملکوں میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو جماعتی صورت میں منظم کر کے دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیا تھا۔ ان کا دائرہ عمل زیادہ تر ہندوستانی لوگ تھے۔ کیونکہ انہیں مقامی زبانوں سے بہت معمولی واقفیت تھی۔ افریقی لوگوں میں روحانی اور دینی شعور ابھی تک بیدار بھی نہیں ہو پایا تھا اس لئے جماعت کے احباب اور بزرگ زیادہ تر اپنے ہم وطنوں میں مصروف عمل رہے اور ان میں انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ملکی لوگوں کا کام اس وقت شروع ہوا جب محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کو مرکز کی طرف سے ۱۹۳۴ء میں مربّی بنا کر مشرقی افریقہ بھجوایا گیا۔ شروع شروع میں وہ عربی میں تقریر یا گفتگو کرتے جسے ملکی لوگ ترجمہ کر کے سامعین تک پہنچاتے لیکن بہت جلد آپ نے سواحیلی زبان میں دسترس پیدا کر لی اور ترجمان کی چنداں ضرورت نہ رہی۔ جو لوگ جماعت میں داخل ہوتے ان کی تربیت کے لئے سواحیلی زبان میں لٹریچر درکار تھا۔ اس کے لئے آپ نے "کشتی نوح" کا انتخاب کیا۔ دوستوں کی امداد اور تعاون سے اس ٹھوس بنیادی اور معرکۃ الآراء کتاب کو سواحیلی زبان کا جامہ پہنا کر عوام وخواص میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی عیسائی پراپیگنڈہ کا جواب دینے کیلئے سلسلۂ مضامین شروع کیا گیا۔ اس سلسلہ میں جو اہم پمفلٹ شائع ہوا اسکا نام MAPENZIYA NANOU یعنی محبت الٰہی تھا۔ یہ پمفلٹ اور حقیقت ہمارے سواحیلی ماہنامہ کا آغاز تھا۔ جو اسی نام سے اب تک ماہ بماہ شائع ہو کر مشرقی افریقہ کے سارے ملکوں میں دعوت الی اللہ کا کام کر رہا ہے ایک اور بنیادی کام جو آپ نے کیا وہ قرآن مجید کے سواحیلی ترجمہ کا آغاز تھا۔ آپ کو ابتدا ہی سے اس امر کا احساس تھا کہ کلام الٰہی کو ملکی زبان میں پیش کئے بغیر دین حق کا پیغام پورے طور پر اہل وطن کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکے گا۔ محترم مولانا صاحب موصوف نے ذرائع اور معاونین کی کمیابی کے باوجود سواحیلی زبان میں دین حق کی ترجمانی کا کام بڑی عمدگی سے کیا۔ نماز کی کتاب اور دینی اسباق آپکی ابتدائی کتب میں سے ہیں جو مسلمانوں میں بہت مقبول ہوئیں۔ افریقی مسلمانوں میں جوں جوں درسی علم ترقی کرتا گیا ہمارے لٹریچر سے وہ اسی قدر زیادہ تعداد میں استفادہ کرنے کے قابل ہوتے گئے۔ آٹھ نو سال تک آپ اکیلے کام کرتے رہے بعد میں مزید مربیان آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے مرکز کی طرف سے بھجوائے گئے۔ سب نے اپنی اپنی بساط کے مطابق سواحیلی زبان سیکھی اور اشاعت لٹریچر میں مدد دی۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے بارہ میں سواحیلی میں کتابچے شائع ہوئے۔ محترم حکیم فضل الرحمان صاحب مربی افریقہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر انگریزی زبان میں ایک مختصر کتاب شائع کی تھی جسے مغربی افریقہ کے مدارس میں نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ اس کا ترجمہ سواحیلی میں شائع کیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا

بشیر احمد صاحب کا ایک مفصل اور مبسوط مضمون "۔۔۔۔۔ غلامی" کے موضوع پر انگریزی میں شائع ہوا تھا۔ اسے بھی سواحیلی میں ترجمہ کروا کر شائع کیا گیا حضرت فضل عمر نے تقسیم فلسطین کے موقع پر صیہونی عزائم طشت از بام کرنے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو متحد ہو کر کام کرنے کی دعوت دینے کے لئے ایک روح پرور مضمون لکھا تھا۔ اس کا ترجمہ محترم مولانا صاحب موصوف نے اردو سے سواحیلی میں کر کے سارے مشرقی افریقہ میں تقسیم کیا۔ سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ کا ایک رسالہ "احمدی اور غیر احمدی میں فرق" سواحیلی میں طبع کرایا۔ مشرقی افریقہ کے مسلمانوں میں میلاد النبیؐ کے اجتماعات منعقد کرنے کا بہت شوق ہے۔ اس موقع پر استعمال کے لئے ایک کتابچہ "تحفہ میلاد" کے نام سے سواحیلی میں لکھا گیا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی کے صحیح واقعات اور تعلیمات مؤثر انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ اسی طرح حضرت فضل عمر کی تقریر "احمدیت کا پیغام" کا سواحیلی ترجمہ شائع کیا گیا۔ بعد میں "ایک غلطی کا ازالہ" اور "۔۔۔۔ اور دیگر مذاہب" کا سواحیلی ترجمہ طبع ہوا اور علم تجوید کے بارہ میں سواحیلی میں ایک کتاب لکھی گئی۔

قرآن مجید کے سواحیلی ترجمہ کی اشاعت احمدیت کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا تھا۔ طباعت سے قبل ترجمہ کی نظر ثانی کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا۔ جس میں محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے علاوہ محترم شیخ امری عبیدی صاحب اور خاکسار شامل تھے۔ ترجمہ کو ہر لحاظ سے اپ ٹو ڈیٹ اور معیاری بنایا گیا اور بہت سے ضروری (تشریحی) نوٹ لکھے گئے۔ برادرم امری عبیدی صاحب نے انگریزی ترجمۃ القرآن سے مفید نوٹوں کا ترجمہ کیا۔ خاکسار نے متعدد جدید نوٹ لکھے اور عیسائی لٹریچر میں جس قدر اعتراض قرآن مجید۔ دین حق اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر کئے گئے تھے ان کا شافی اور مدلل جواب شامل کیا گیا۔ اس سے پہلے سارا مسودہ حکومت کی تشکیل کردہ انٹرٹیری ٹوریل لینگویج (INTERTERRITORIAL LANGUAGE COMMITTEE) کو تنقید و جرح کے لئے بھجوایا گیا تھا۔ کمیٹی نے اسے پسند کیا اور مناسب مشورے دیئے۔ قرآن مجید کے ترجمہ اور تشریح کی طباعت لاریب سواحیلی زبان کی بے نظیر خدمت ہے۔ جس سے اس کے وقار۔ افادیت اور ذخیرہ الفاظ میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔ مشرقی افریقہ کے مذہبی اور علمی حلقوں میں اس نادر ترجمہ کو بڑے احترام سے قبول کیا گیا۔ پہلے صرف بائیبل کا سواحیلی ترجمہ علمی شاہکار کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ اب اس سے بھی بہتر کتاب اپنے سارے علمی خزانوں کے ساتھ منظر عام پر آگئی جس نے ہر خاص و عام کی آنکھیں اپنی چکا چوند سے خیرہ کر دیں۔

سواحیلی ماہانہ اخبار کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، کم و بیش بیس سال تک خاکسار کو اس کی ادارت کے فرائض سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس عرصہ میں سینکڑوں مضامین مذہبی اخلاقی روحانی اور اقتصادی مسائل پر سپرد قلم کرنے کی توفیق پائی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ زبان کے لحاظ سے بھی اس ماہنامہ کا معیار بہت بلند رہا ہے اور عام قارئین یہی سمجھتے تھے کہ اس کی ادارت ملکی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس ماہنامہ نے اشاعت دین اور کسر صلیب کے علاوہ جماعت احمدیہ کے افراد بالخصوص نوجوان طبقہ کی تربیت کے میدان میں خاص خدمات سرانجام دی ہیں۔ عام جماعتی لٹریچر اور اس ماہنامہ کے مطالعہ کے نتیجہ میں اب ایسی نسل تیار ہو گئی ہے جو سواحیلی زبان میں تمام اہم موضوعات پر اظہار خیال کر سکتی ہے۔ ان کے مضامین خطوط اور اشعار اس ماہنامہ کی زینت بنتے ہیں اور عوام میں مقبول اور ان کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ یہ امر بہت خوشکن ہے کہ اب پاکستانی کے ساتھ ساتھ اب ملکی لوگوں کی اہل قلم جماعت پیدا ہو گئی ہے جو علم۔ ادب۔ شعر کی سرپرستی کر سکتی ہے۔ شیخ امری عبیدی صاحب نے سواحیلی نظم و نثر میں اپنا لوہا منوا لیا تھا۔ ان کی سواحیلی کتاب "دیوان امری اور اصول شاعری" بلند علمی طبقہ میں خاص شہرت رکھتی ہے اور ماہر فن شعراء بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ نے سواحیلی ترجمۃ القرآن پر کئے جانے والے اعتراضات کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جو ادبی اعتبار سے بھی بلند پایہ رکھتی ہے۔ آپ نے نہایت اچھوتے انداز میں عربی اور فارسی اشعار کو سواحیلی بیان میں سمویا ہے اور سواحیلی ادب کی بے نظیر خدمت کی ہے۔ سیدنا حضرت بانی سلسلہ کے فارسی منظوم کلام کو سواحیلی نظم میں منتقل کرنے میں بھی آپ نے بڑی مہارت اور قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ تنزانیہ کے ایک دوست رشیدی بکاری کریمہ صاحب نے "مسائل ثلاثہ" کے عنوان سے سواحیلی زبان میں ایک کتاب تصنیف کی جو بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے۔ ایک امریکن پادری مسٹر اول مارٹن نے اپنے ایک غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ اس کتاب کی اہمیت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ اس کا مصنف ایک افریقی احمدی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مقامی لوگوں میں بھی اب ایسا طبقہ ابھر رہا ہے جو سواحیلی زبان میں تصنیف کا کام تسلی بخش طور پر کر سکتا ہے۔ امری عبیدی صاحب کے عزیزوں اور شاگردوں میں سے ایک نوجوان مسٹر حمیدی فیروزی مبیا تا صاحب ہیں جو دار السلام میں رہتے ہیں اور اچھے صاحب قلم اور شاعر ہیں۔ انہوں نے حضرت فضل عمر کی ضخیم تالیف "دعوۃ الامیر" کا سواحیلی میں ترجمہ کیا ہے۔ خاکسار نے اس کی نظر ثانی کی ہے اور مرکز میں اس کی طباعت مکمل ہو چکی ہے۔ تنزانیہ کے چند اور نوجوان بھی ترجمہ اور تصنیف کے میدان میں اپنے جوہر دکھا رہے ہیں اور ادب و شعر کی بھی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ ہماری جماعت میں قریباً دو درجن شعراء سواحیلی نظمیں کہتے ہیں۔ جن میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ شعراء اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت اور اس کا عطیہ ہیں۔ اور جب شاعر کو پاکیزہ ماحول اور بلند پایہ خیالات میسر آجائیں تو وہ ملک کا ممتاز خادم اور شعر و سخن کا بے مثل سرپرست بن جاتا ہے۔ ہمارے پاکستانی مربیان میں سے مکرم ملک جمیل الرحمن صاحب رفیق سواحیلی نظمیں بھی کہتے ہیں اور اس میں انہوں نے مہارت اور پختگی پیدا کر لی ہے۔ وہ سیدنا حضرت بانی سلسلہ کی بعض طویل اردو نظموں کو سواحیلی نظم میں منتقل کرنے کا فخر حاصل کر چکے ہیں اور سواحیلی ادب میں مفید اضافہ کر رہے ہیں۔ ملک کے نامور ادیب اور شعراء ہماری جماعت کے کام کے مداح اور اس کی خدمات کے معترف ہیں۔ شعبان رابرٹ اور متھیاس ملیمپالا یکے بعد دیگرے سواحیلی کے ملک الشعراء مانے گئے ہیں۔ جماعت کے پیش کردہ لٹریچر سے متاثر اور اسے احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک سُنی اور دوسرے عیسائی ہیں۔ تاہم ان کے تعلقات جماعت کے مربیان اور افراد سے دوستانہ بلکہ برادرانہ رہے ہیں اور وہ جماعت کے بارہ میں ہمیشہ اچھے خیالات پھیلاتے رہے ہیں۔ شیخ امری عبیدی صاحب تنزانیہ کی مجلس شعراء کے سرپرست اور روح رواں تھے اور لمبے عرصہ تک اس مجلس کے اجتماعات احمدیہ ہال دار السلام میں منعقد ہوتے رہے ہیں۔

سواحیلی نظم و نثر میں جماعت احمدیہ کی دلچسپی اور سواحیلی زبان کی مقبولیت کے حلقہ کی ہر دم توسیع اس امر کی شاہد ہے کہ بر اعظم افریقہ کا مستقبل جماعت احمدیہ اور سواحیلی زبان سے وابستہ ہے۔ جامعہ احمدیہ کے بعض شوق رکھنے والے طلبہ اور فارغ التحصیل علماء اسے سیکھنے کی کوشش کریں تو اسے بڑی آسانی سے بول سکتے ہیں۔ چونکہ انہیں عربی میں بھی مہارت ہوتی ہے اس لئے انہیں سواحیلی میں بھی بہت جلد مہارت ہو جائے گی۔ اور وقت آنے پر وہ اس میں مفید اضافے بھی کر سکیں گے۔ بعض متعصب عیسائی سواحیلی زبان کی تطہیر کے بہانہ سے اس میں سے عربی الفاظ نکالنے کی کوشش میں ہیں۔

اس کی روک تھام کے لئے ہمارے علماء کو سواحیلی سیکھ کر عربی الفاظ برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے بلکہ اس میں مزید عربی الفاظ داخل کرنے چاہئیں۔ سواحیلی زبان کے اصول منضبط اور سادہ ہیں اور اس زبان میں نئے الفاظ سمو لینے کی قابلیت موجود ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ ہمارا اصل مقصد تو عربی زبان کو ساری دنیا میں رائج کرنا ہے اور جامعہ احمدیہ سے نکلنے والے علماء کو ایک طویل المیعاد منصوبہ کے طور پر اسے اپنے ذہنوں میں رکھنا چاہیئے لیکن جب تک وہ وقت نہیں آتا دوسری ایسی زبانیں جن میں عربی الفاظ کی کثرت ہے یا ان میں عربی الفاظ شامل کئے جا سکتے ہیں سیکھنی چاہئیں تاکہ عربی الفاظ کا ذخیرہ بولی جانے والی زبانوں میں بڑھتا رہے۔ اردو زبان میں بھی یہ قابلیت موجود ہے۔ اس لئے سیدنا حضرت بانی سلسلہ نے اس میں بہت سی کتب تصنیف فرمائیں اور عربی الفاظ بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔ ان سب زبانوں کو سیکھنے کا مآل اور انجام یہی ہونا چاہیئے کہ بالآخر عربی زبان ہر جگہ استعمال ہو اور جس نقطہ سے یہ دائرہ شروع ہوا تھا آخر کار اسی پر جا کر ختم ہو۔

(الفضل ۲۹۔ جولائی ۱۹۷۶ء)

اطلاعات و اعلانات

اعلان نکاح: مکرم منور احمد صاحب شاہد ابن مکرم بشیر احمد صاحب بھٹی دار الرحمت وسطی ربوہ کا نکاح ہمراہ مکرمہ امۃ الباسط سیال صاحبہ بنت مکرم شمس الدین سیال صاحب ساکن بورے والا ضلع وہاڑی مبلغ تیئس ہزار روپے حق مہر پر مکرم مظفر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ نے ۱۸ اکتوبر ۹۱ء کو بیت الذکر بورے والا میں پڑھا۔

○ عزیزہ فرحت رشیدہ بنت مکرم رشید احمد خان صاحب صدر حلقہ گوجر سنگھ لاہور کا نکاح مکرم یوسف محمود صاحب ابن مکرم ملک فدا محمد صاحب سے بعوض پانچ ہزار امریکن ڈالر زیر مکرم مولانا بشیر الدین صاحب نے دار الذکر لاہور میں مورخہ ۲۷ دسمبر ۹۱ء کو پڑھا۔

احباب ان رشتوں کے بابرکت اور مثمر بثمرات ہونے کے لئے دعا کریں۔

درخواست دعا: مکرم مرزا فضل الرحمن صاحب آف کینیڈا کو عارضہ قلب ہے۔ اب طبیعت قدرے بہتر ہے۔

○ مکرم غلام علی صاحب آف فاروق آباد

باقی صفحہ ۷ پر

مرتبہ مصطفےٰ انبسم

کھیل دے کھلاڑی

۸۹ سینٹرز پر ۷۰۰ ایک روزہ کرکٹ میچ

آسٹریلیا کی سرزمین پر سب سے زیادہ میچ کھیلے گئے۔

پاکستان اور سری لنکا کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان سرگودھا میں جب سیریز کا پہلا ایک روزہ مقابلہ منعقد ہوا تو سرگودھا جہاں اس لحاظ سے ریکارڈ ساز ثابت ہوا کہ وہ پاکستان کا ۱۲واں جبکہ دنیا کا ۸۹واں سنٹر بنا جہاں ایک روزہ میچز کا انعقاد ہوا وہیں پر یہ سنٹر اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ثابت ہوا کہ اس پر منعقد ہونے والا یہ مقابلہ ۷۰۰واں ون ڈے میچ تھا۔

ایک روزہ مقابلے کہاں کہاں پر منعقد ہوئے ہیں اور کون کون سے کھلاڑیوں کی عمدہ کارکردگی کے گواہ بنے ذیل میں آپ کے لئے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ آسٹریلیا

آسٹریلیا اس لحاظ سے سرفہرست ملک ہے کہ پہلا ایک روزہ بین الاقوامی مقابلہ اسی کی سرزمین پر منعقد ہوا تھا۔ اس کے ۹ مراکز پر ۲۲۹ میچز (جمعہ ۱۰ جنوری تک) منعقد ہوئے تھے اس میں ملبورن کرکٹ گراؤنڈ (۷۰)، سڈنی کرکٹ گراؤنڈ (۶۹) ایڈیلیڈ اوول (۳۱) واکا کرکٹ گراؤنڈ (۲۸) وولن گابا برسبین (۲۳) اوول ہوبرٹ (۵)، تسمانیہ کرکٹ ایسوسی ایشن گراؤنڈ ہوبرٹ (۱)، ایل سی اے گراؤنڈ لانسیٹنس (۱) اور ڈیونپورٹ اوول میں (۱) مقابلہ منعقد ہوا۔

۲۔ انگلستان

کرکٹ کا قدیم گھر ہے یہاں پر کرکٹ کی جڑیں سب سے گہری ہیں۔ یہیں پر ۱۹۷۵ء ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۳ء کے تینوں عالمی کپ مقابلے بھی منعقد ہوئے یہاں ۱۶ مراکز پر ۱۱۵ میچز کھیلے گئے ان میں اولڈ ٹریفرڈ مانچسٹر (۲۰) ایجبسٹن برمنگھم (۱۸) ہیڈنگلے لیڈز (۱۸) اوول لندن (۱۷) لارڈز لندن (۱۶) ٹرنٹ برج ناٹنگھم (۱۴) سینٹ ہیلن مسوالسی (۲) لسکرابو کرکٹ گراؤنڈ (۲)، سمرسٹ کاؤنٹی گراؤنڈ ٹاؤنٹن (۱) گریس روڈ لیسٹر (۱) فونیکس برسٹل (۱)، نیو روڈ ووسسٹر (۱) ہمپشائر کاؤنٹی گراؤنڈ ساؤتھمپٹن (۱) د گراؤنڈ ڈربی (۱)، نوایل گراؤنڈ ٹن برج ویلز (۱) اسیکس کاؤنٹی گراؤنڈ چیلمسفورڈ (۱)

۳۔ بھارت

یہاں پر ۹۷ میچز ۲۹ مختلف مراکز میں کھیلے گئے ان میں ایڈن گارڈن کلکتہ (۹) باراباتی سٹیڈیم کٹک (۶) فیروز شاہ کوٹلہ گراؤنڈ دہلی (۶) ودربھا گراؤنڈ ناگپور (۶) لال بہادر شاستری سٹیڈیم حیدر آباد (۵) نہرو سٹیڈیم اندور (۵) وینکھڈے سٹیڈیم بمبئی (۵) چنا سوامی سٹیڈیم بنگلور (۴) نہرو سٹیڈیم پونا (۴)، سردار پٹیل سٹیڈیم احمد آباد (۳) سوائی مین سنگھ سٹیڈیم جے پور (۳) موتی باغ سٹیڈیم بڑودہ (۳) کینان سٹیڈیم جمشید پور (۳) نہرو سٹیڈیم گوہاٹی (۳) سیکٹر ۱۶ سٹیڈیم چندی گڑھ (۳)، میونسپل گراؤنڈ راج کوٹ (۳) گرین پارک کانپور (۳) دی چیوپک مدراس (۳) گجرات سٹیڈیم احمد آباد (۳) روپ سنگھ سٹیڈیم گوالیار (۳) برلٹن پارک جالندھر (۲) تیسر کشمیر سٹیڈیم سری نگر (۲)، جواہر لال نہرو سٹیڈیم دہلی (۲) (دونوں برقی قمقموں میں کھیلے گئے) فاتورا سٹیڈیم مارگاؤ (گوا) (۲) یونیورسٹی سٹیڈیم (۲) گاندھی گراؤنڈ اویشر (۱)، میور سٹیڈیم فرید آباد (۱) میونسپل سٹیڈیم وشاکاپٹنم (۱) اور کے ڈی سنگھ بابو سٹیڈیم لکھنؤ (۱)

۴۔ پاکستان

پاکستان بھی عالمی کپ ۱۹۸۷ء کا مشترکہ میزبان تھا بلکہ اس کا پہلا سیمی فائنل بھی یہیں منعقد ہوا تھا۔ یہاں پر ۱۲ مراکز پر ۶۹ مقابلے دیکھنے کو ملے ان میں قذافی سٹیڈیم لاہور میں (۱۶) نیشنل سٹیڈیم میں (۱۴) جناح پارک سٹیڈیم سیالکوٹ میں (۸)، ارباب نیاز سٹیڈیم پشاور میں (۷)، میونسپل سٹیڈیم گوجرانوالہ (۶) نیاز سٹیڈیم حیدر آباد میں (۴) قاسم باغ سٹیڈیم ملتان میں (۴) اقبال سٹیڈیم فیصل آباد میں (۳)، ساہیوال سٹیڈیم میں (۲) ایوب سٹیڈیم کوئٹہ میں (۲)، ہنٹری کلب (اب آرمی کرکٹ گراؤنڈ) راولپنڈی (۲)

۵۔ نیوزی لینڈ

یہاں پر اب تک ۶ مراکز پر ۵۵ میچز کھیلے گئے ہیں۔ ایڈن پارک آکلینڈ (۱۵) لنکاسٹر پارک کرائسٹ چرچ (۱۴) کرسب برک ڈونیڈن (۱۰) جین ریزرو ولنگٹن (۸) ٹرسٹ بنک پارک ہملٹن (۴) میکلین پارک نیپیئر (۴)

۶۔ ویسٹ انڈیز

یہاں پر ۴۲ مقابلوں کے انعقاد کے لئے ۹ مراکز کو آزمایا گیا جن میں کوئین پارک اوول پورٹ آف سپین (۱۴) البائین سپورٹس کمپلکس ہربائین (۵)، سبینز پارک کنگسٹن (۵) کنگسٹن اوول برج ٹاؤن (۵)، بورڈا جارج ٹاؤن (۵) ڈیریکشن گراؤنڈ سینٹ جونز (۴)، منڈو غلپ پارک سیکڈیز (۲) ارنوس ویلی سینٹ ونسینٹ (۱) کوئینز پارک سینٹ جارج (۱)

۷۔ سری لنکا

سری لنکا میں ۲۳ میچز کھیلے گئے جن کا انعقاد ۵ گراؤنڈز پر کیا گیا ان میں سنہالیز سپورٹس کلب گراؤنڈ کولمبو (۹)، پی سرواناموتو سٹیڈیم کولمبو (۸)، ٹائیرون فرنینڈو سٹیڈیم موراتووا (۳)، اسگیریا سٹیڈیم کینڈی (۲) کیٹارما سٹیڈیم کولمبو (۱)

۸۔ بنگلہ دیش

بنگلہ دیش کرکٹ کونسل کا ایسوسی ایٹ ممبر ہے جہاں دو سنٹرز پر ۷ مقابلے منعقد ہوئے۔ نیشنل سٹیڈیم ڈھاکہ میں (۵) اور چٹاگانگ سٹیڈیم میں (۲)

۹۔ شارجہ

شارجہ کے سی اے کرکٹ گراؤنڈ میں بھی ۶۳ مقابلے ایک ہی سٹیڈیم میں منعقد کئے گئے ہیں۔

بقیہ: صـ۴ سے آگے

تو مجھے توفیق عطا کر کہ میں اس مسکین کی اور اس کے بیوی بچوں کی اس مصیبت میں مدد کر سکوں۔

میاں جماں کو بلایا (یہ تین پشت سے ہماری اراضیات کے منتظم چلے آتے ہیں) اور کہا آج یہ واقعہ ہو گیا ہے تم ابھی ساہوکار کو بلا کر لاؤ۔ میں اس کے ساتھ اس شخص کے قرضہ کا تصفیہ کروں گی۔ اور ادائیگی کا انتظام کروں گی۔ تا شام سے پہلے پہلے اس کے مویشی اسے واپس مل جائیں اور اس کے بیوی بچوں کے دلوں کی ڈھارس بندھے میاں جماں نے کہا میں تو ایسا نہ کروں گا۔ یہ شخص ہمارا مخالف ہے۔ ہمارے دشمنوں کے ساتھ شامل ہے۔ والدہ صاحبہ نے خفگی سے کہا:

"تم مل جولاہ کے بیٹے ہو اور میں چوہدری سکندر خاں کی بہو اور چوہدری نصر اللہ خاں کی بیوی اور ظفر اللہ خاں کی ماں ہوں اور میں تمہیں خدا کے نام پر ایک بات کہتی ہوں اور تم کہتے ہو میں نہیں کروں گا تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم انکار کرو۔ جاؤ جو میں حکم دیتی ہوں فوراً کرو۔ اور یاد رکھو ساہوکار کو کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کہ تصفیہ میں کوئی دقت ہو"۔

جب مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے نماز میں پھر بہت دعا کی۔ کہ یا اللہ میں ایک عاجز عورت ہوں۔ تو ہی اس موقعہ پر میری مدد فرما۔ اور میں نے یہ بھی دعا کی۔ کہ میرے بیٹے عبداللہ خاں اور اسد اللہ خاں قصور اور لاہور سے جلد پہنچ جائیں (خاکسار ان دنوں انگلستان میں تھا) نماز سے ابھی فارغ ہوئی تھی کہ عبداللہ خاں اور اسد اللہ خاں موٹر میں پہنچ گئے۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے دریافت کیا۔ آپ اس قدر افسردہ کیوں ہیں؟ میں نے تمام ماجرا ان سے کہہ دیا اور کہا تم دونوں اس معاملہ میں میری مدد کرو۔ انہوں نے کہا جیسے آپ کا ارشاد ہو۔

چنانچہ ساہوکار آیا۔ اور والدہ صاحبہ نے اس کے ساتھ مقروض کے حساب کا تصفیہ کیا۔ ساہوکار نے بہت کچھ حیل وحجت کی۔ لیکن والدہ صاحبہ نے اصل رقم پر ہی فیصلہ کیا اور پھر ساہوکار سے کہا۔ کہ یہ رقم میں خود ادا کروں گی۔ تم فوراً اس کے مویشی واپس لا کر اس کے حوالہ کرو۔ پھر تصفیہ شدہ رقم یوں فراہم کی۔ کہ جس قدر اپنے پاس روپیہ موجود تھا وہ دیا۔ اور باقی اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ پیش کریں۔ جب مویشی کسان کو واپس مل گئے۔ تو اس کے بیٹے سے کہا جاؤ اب جا کر اپنی بچھڑی پکڑ لو۔ اب کوئی تم سے نہیں لے سکتا۔ پھر اپنے بیٹوں کو دعائیں دیں کہ تم نے میرا غم دور کیا۔ اب میں چین کی نیند سو سکوں گی۔

بقیہ: صـ۱ سے آگے

عطا ہونے کا وعدہ ہے تو بھلا پھر وہ مصیبت مصیبت رہ سکتی ہے اور غم رہتا ہے ہرگز نہیں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

بقیہ: صـ۶ سے آگے

عرصہ دس ماہ سے سانس کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

○ مکرم قاسم محمود صاحب محلہ دارالعلوم غربی ربوہ کو گذشتہ دنوں نمونیہ ہو گیا تھا۔ جس سے اب افاقہ ہے مگر سینہ میں درد کی شکایت باقی ہے۔ احباب ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کریں

اعلان گمشدگی: ایک بٹوا جس میں ۲۳۶۵ روپے اور دو کراچی کی ٹکٹیں ہیں۔ ساتھ چند ضروری کاغذات بھی ہیں۔ ۲۴ جنوری کو بیت الفضل میں گر گیا ہے۔ جس صاحب کو ملا ہو وہ دفتر الفضل کی معرفت پہنچا کر مشکور ہوں۔ (حافظ عارف اللہ)

خبریں

ملکی خبریں

○ پاکستان افغانستان میں عبوری حکومت کے قیام پر راضی ہو گیا ہے تمام افغان مجاہد تنظیمیں اور محب وطن افغان عبوری حکومت کے قیام کے سلسلہ میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے تعاون کریں۔ امور خارجہ کے وزیر مملکت مسٹر محمد صدیق کانجو نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے یہ فیصلہ سیاسی عمل کو آگے بڑھانے کے لئے کیا ہے۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ نجکاری کی پالیسی نے ہمیں مدد کے لئے دوسروں کے دروازے کھٹکھٹانے سے بچا لیا ہے۔ سرکاری مشینری اپنے اصل کاموں کی بجائے صنعت و تجارت میں مصروف تھی جس کی وجہ سے امن عامہ کی صورت حال بھی خراب ہو رہی تھی۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں کو مستعفی ہو جانا چاہیئے۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان کبھی بھی تعلقات اچھے نہیں رہے۔ انہوں نے کہا کہ پریسلر ترمیم کا پاکستان پر اطلاق پاکستان کے ساتھ امریکہ کا امتیازی سلوک ہے۔

○ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ میر تاج محمد جمالی نے پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بیگم نصرت بھٹو سے ملاقات کی۔

○ بلدیاتی اداروں کے منجمد فنڈز بحال کر دیئے گئے ہیں۔

○ پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مسٹر سلمان تاثیر نے وزیر اعظم کے خلاف ایک آئینی ریفرنس قومی اسمبلی کے سپیکر کو بھجوا دیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ وزیر اعظم نے موٹر وے پراجیکٹ میں جنوبی کوریا کی کمپنی ڈائیوو کارپوریشن سے بھاری کمیشن وصول کیا ہے۔

○ پاکستان کے سٹار بیٹسمین جاوید میاں داد کمر کی تکلیف کا بدستور شکار ہیں اس وجہ سے وہ پریکٹس میں حصہ نہ لے سکے۔ کپتان عمران خان نے کہا ہے کہ اگر وہ فٹ نہ ہو سکے تو ورلڈ کپ میں ٹیم کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔

○ قومی اسمبلی کے سپیکر مسٹر گوہر ایوب کی کوششوں کے باوجود محترمہ بے نظیر بھٹو نے وزیر اعظم سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

○ امور خارجہ کے وزیر مملکت مسٹر محمد صدیق کانجو نے کہا ہے کہ ہم افغانستان میں مجاہدین کو بہت وقت دے چکے ہیں اگر افغان تنظیمیں متحد نہ ہوئیں تو مزید انتظار نہیں کریں گے۔ پاکستان نے ظاہر شاہ کو افغانستان کا حکمران بنانے کے لئے آمادگی ظاہر کر دی ہے۔

○ وزارت دفاع نجی شعبے میں فضائی کمپنیوں کے قیام کے لئے درخواستیں طلب کرے گی۔

○ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں گذشتہ روز ڈاکوؤں نے انشورنس کمپنی کے زونل منیجر کو قتل کر کے لاکھوں روپے کا سامان لوٹ لیا۔

○ مواصلات کے وزیر مملکت مسٹر اعظم خان ہوتی نے کہا ہے کہ موٹر وے ٹھیکہ پر دینے کے بارے میں وزیر اعظم یا ان کا خاندان ملوث نہیں ہے۔

○ بی بی سی نے کہا ہے کہ جنرل حمید گل کی ریٹائرمنٹ سے مسئلہ افغانستان پر حکمران طبقے میں موجود دھڑے بندی ختم ہو جانے کی امید ہے۔

○ مشہور صحافی اور روزنامہ جنگ کے بانی اور چیف ایڈیٹر میر خلیل الرحمٰن کو کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ میں وزیر اعظم پاکستان اور اعلیٰ سیاسی و سماجی حلقوں نے شرکت کی۔

غیر ملکی خبریں

○ برطانوی اخبارات نے خبریں شائع کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ برما کے مسلمانوں پر برمی فوج کی طرف سے دل کو ہلا دینے والا تشدد کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد برمی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر ان کے املاک پر قبضہ حاصل کرنا ہے۔ بنگلہ دیش اور برما کے درمیان پناہ گزینوں کے مسئلہ پر بات چیت ہونے والی ہے۔ تاہم پناہ گزینوں کی ملک واپسی کی اجازت ملنی مشکل ہے۔

○ کمبوڈیا کے حکام کو یہ تشویش ہے کہ اقوام متحدہ کا نمائندہ کمبوڈیا میں سستی سے کام کر رہا ہے اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کمبوڈیا کا امن منصوبہ ناکام ہو سکتا ہے۔

○ الجزائر کے اسلامک سالویشن فرنٹ نے کہا ہے کہ فوجی ٹولہ خانہ جنگی چاہتا ہے۔ تاکہ جنگ ہو اور عوام کا خون بہے۔

○ امریکہ دو ہزار روسی سائنسدانوں کو روزگار فراہم کرے گا۔ ان سائنسدانوں کو نوکری دینے کا مقصد ان کو لیبیا اور ایران جیسے ممالک سے دور رکھنا ہے۔ جو بھاری رقوم دے کر ان سائنسدانوں کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔

بقیہ: صہ ۳ سے آگے

دنیا میں تباہی مچ جائے گی۔ کیا عدالت میں مقدمہ پیش ہو تو ملزم کہہ سکتا ہے کہ ایک تو اس واقعے کا میں گواہ ہوں اور ایک خدا گواہ ہے۔ اگر وہ ایسا کہے تو سب ہنسنے لگیں گے۔ پس اس جگہ مسیح ناصری نے درحقیقت وہی دلیل پیش کی ہے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ وہ اپنے یسوع ہونے کی حیثیت کو پیش نہیں کرتا بلکہ دعویٰ نبوت سے پہلے کی زندگی کو تحدیاً طور پر پیش کرتا ہے مگر بہرحال اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ بندہ تھا رسول تھا۔ خدائی کا دعویدار نہیں تھا۔ پھر متی باب ۲۱ آیت ۹ میں لکھا ہے کہ "اور بھیڑ جو اس کے آگے آگے جاتی ہے اور پیچھے پیچھے چلی آتی تھی۔ پکار پکار کر کہتی تھی۔ ابن داؤد ہوشعنا مبارک ہے وہ جو عالم بالا پر ہوشعنا ہے۔" یہ ایک پیشگوئی تھی جس میں مسیح علیہ السلام کی آمد کی خبر دی گئی تھی۔ جب یہ خبر پوری ہوئی تو لوگ خوش ہوئے کہ وہ شخص جس کی آمد کی خبر دی گئی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آگیا ہے۔ بہرحال یہاں حضرت مسیح کو ابن داؤد کہا گیا ہے اور انہیں بنی اسرائیل کا ہی ایک فرد قرار دیا گیا ہے خدا نہیں کہا گیا۔ پھر مرقس باب ۶ آیت ۲ تا ۵ میں لکھا ہے کہ جب سبت کے دن مسیح عبادت خانہ میں تعلیم دینے لگا تو لوگ سن کر حیران ہوئے کہ یہ کیا حکمت ہے جو اسے بخشی گئی۔ کیا یہ وہی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسف اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے۔ اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں۔ یعنی اس کے بھائی اور بہنیں تو سب مذہب میں ہمارے ساتھ ہوتے تھے اس کے ساتھ نہیں۔ تو پھر یہ باتیں اس میں کیسے آگئیں۔ اس پر حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا نبی اپنے وطن اپنے رشتہ داروں اور گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں۔ گویا کہ صاف طور پر اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ یوحنا باب ۴ آیت ۴۴ میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ لکھا ہے کہ یسوع نے گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ رشتہ دار اس کے ضرور مخالف تھے۔ یوحنا باب ۵ آیت ۳۷ میں یسوع علیہ السلام فرماتے ہیں۔ باپ نے مجھے بھیجا ہے۔ اور باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میری گواہی دی۔ گویا ایک ہی آیت میں دو دفعہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول کہا۔ یوحنا باب ۴ آیت ۱۹ میں لکھا ہے "عورت نے اسے کہا اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو نبی ہے گویا لوگ بھی اسے نبی کہتے تھے اور وہ بھی اپنے آپ کو نبی کہتے تھے۔ مگر آجکل کے عیسائی کہتے ہیں کہ وہ خدا تھے۔"

کیورٹیو سسٹم
سے آپ کیا کیا فائدے حاصل کر سکتے ہیں؟
لٹریچر مفت
ایک روپے کا واپسی ٹکٹ بھیج کر منگوائیں
کیورٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ ربوہ پاکستان